امام ابن تیمیہ کے منہج اصلاح وتجدید کا مطالعہ
(فائدہ مند طبعی عُلوم کے خصوصی حوالے کے ساتھ)

ڈاکٹر محمود احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Ibn e Taimiyya (661-728/1263-1327) is one of the most dynamic and seminal personalities in the history of Islam. Born in an era, which was characterized by large numbers of distortions and Riots in Muslim society, he struggled hard to revive Muslim society through inward animation and re-interpretation of its values in the light of a new spirit of ijtihad (interpretation of law) based on direct recourse to the Qur'an and the Sunnah. He was hailed as the mujaddid of his age. His thought, influenced not only his contemporaries in the Muslim heartlands but reached far beyond. A large number of Ulema throughout the world consider him greatest reformer, some of them express their views emotionally and pay tribute to his services for Islam and Muslims. There are many principles and rules adopted by Ibn e Taimiyya for reformation; one of them "To benefit from relevant Physical Sciences if it is the need of the time" discussed in detail in this article which is sought out from his glorious books. This article should guide the researchers and preachers to understand the method of reformation of religion, with the help of Ibn e Taimiyya's methodology.

Keywords: Ibn e Taimiyya, Methodology, Reformation,Physical Sciences, Rules

شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیمؒ (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳ء۔۱۳۲۷ء) جوکہ ابن تیمیہ کے نام سے معروف ہیں ،اُنہوں نے اپنے عظیم کارناموں اور کارِ اصلاح وتجدید کی بناء پراُن کی علمی قابلیت کا اندازہ اُن کی تصانیف کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔اُنہوں نے ایسی کتب تصنیف کیں کہ جس کسی کو اُن کتب سے اِستفادہ کا موقع ملا وہ اُنہی کا ہوکر رہ گیا۔اُن کے قریباً تمام ہم عصر اور مابعد علماء نے ان کی وسعتِ علمی کو تسلیم کیا اور اس بحرِ زخّار کو بہت سی شخصیات نے بھی ایک مُصلح کے نام سے یاد کیا۔

اُن کی مساعی جمیلہ کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، انہوں نے مختلف جہات ومیادین میں اصلاح وتجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کا خوب قلع قمع کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون سے ایسے کارنامے تھے جنہوں نے امام ابن تیمیہ کو مصلحین کی اگلی صفوں میں لا کھڑا کیا اور کون سے اصول تھے جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اس مقام پر فائز ہوئے؟ قبل اس کے کہ اس سوال کا جواب دیا جائے اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے منہجِ اصلاح وتجدید کے اصولیات کو بیان کیا جائے، ایک نظر ''منہج'' اور ''اصلاح وتجدید'' کے معانی ومفاہیم پر ڈال لی جائے۔

منہج: معنی ومفہوم

عصر حاضر میں لفظ منہج بکثرت استعمال ہونے لگا ہے اور اہل علم کے ہاں اس نے ایک مخصوص علمی کام اور اس کے طریق کار کے لیے اصطلاح کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔

لغوی مفہوم

(ن ہ ج) مادہ، ان معانی میں استعمال ہوتا ہے: **النہج: الطریق الواضح ، والجمع نھوج ونھاج وھومنھج والجمع مناھج.** (۱)

الصحاح میں ہے: **النہج: الطریق الواضح، وکذلک المنھج والمنھاج وأنھج الطریق: أی استبان وصار نھجا واضحاً بیناً.** (۲)

ابن منظور کے مطابق منہج اور منہاج کا لفظ ان معانی میں استعمال ہوتا ہے:

مَنْهَجٌ كَنَهْجٍ وَمَنْهَجُ الطريقِ وَضَحه، وَالْمِنْهَاجُ كَالْمَنْهَجِ... والنھج: الطریق المستقیم ،ونھج الأمر وأنھج لغتان اذا وضح. (۳)

قاموس المحیط میں ہے:

النھج : الطریق الواضح کالمنھج والمنھاج... والفعل كَفَرِحَ وَضَرَبَ. وأَنْهَجَ: وَضَحَ. (۴)

اہل لغت کی ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نَھج ، مَنھج، مِنھج اور منھاج کے الفاظ واضح اور روشن راستے پر بولے جاتے ہیں اور سیدھی راہ کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جمع کے لیے نھوج، نھاج اور مناھج کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

باب فَعِلَ اور فَعَلَ عین کے کسرہ اور فتح کے ساتھ آتا ہے۔ نھج مجرد اور انھج مزید فیہ ایک ہی معنی کے لیے دولغتیں ہیں۔ یعنی نَھَجَ اور اَنْھَجَ دونوں کا معنی وَضَحَ (واضح کرنا) ہے۔

قرآن مجید میں لفظ ''منہاج'' انہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (۵)

''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور ایک واضح راہ مقرر کر دی۔''

منہج کی اصطلاحی تعریف

محققین اور اہلِ علم نے منہج کی مندرجہ ذیل تعریفات کی ہیں:

"المنهج" هو خطوات يتخدها الباحث لمعالجة مسألة أو أكثر يتبعها للوصول إلى نتيجة .(٦)

"منہج سے مراد ایسی پیش قدمی ہے جس کو محقق اپنے ایک مسئلہ یا زیادہ مسائل کے حل کے لیے استعمال کرتا ہے، تا کہ کسی نتیجہ تک پہنچ سکے۔"

المنهج اصطلاحاً " هو الطريق المؤدى إلى الكشف عن الحقيقة بواسطة من القواعد العامة تهيمن على سير العقل وتحدد عملياته حتى يصل إلى نتيجة معلومة.(٧)

"اصطلاح میں "منہج" اس طریقہ کار کو کہتے ہیں جو کسی عام اصولیات کی مدد سے حقیقت حال سے آگاہ کرے، جسے عقل قبول کرے اور ان اصولیات کا دائرہ عمل ایسا مخصوص ہو کہ جس سے واضح نتیجہ تک پہنچا جا سکے۔"

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں ابوعبید سے نقل کیا ہے المنهاج الطريق المستمر (منہاج سے مراد راستہ پر چلنا ہے) ایسے ہی انہوں نے ابوالعباس محمد بن یزید (المبرد) کے حوالے سے لکھا ہے:

الشريعة ابتداء الطريق والمنهاج: الطريق المستمر "شریعت راستہ کی ابتدا اور منہاج اس راستہ پر چلنے کو کہتے ہیں" اور سیدنا ابن عباس اور سیدنا حسن i کے حوالے سے لکھا ہے شرعة و منهاجا، سنة و سبيلًا (٨) یعنی سنت اور اس پر مسلسل چلنے کا طریق کار۔"

آسان ترین الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ منہج اور منہاج مسائل حل کرنے کے طریقہ کار کو کہتے ہیں جو دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

الف۔ بنیادی اُصول وضوابط کا تعین

ب۔ اِن اصول وضوابط کے مطابق مسئلہ یا مسائل کو حل کرنے کا علمی طریق کار۔

علمی وفکری جدوجہد میں بہتر نتیجے اور حق تک رسائی کے لیے صحیح منہج اختیار کرنا انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ صحیح اُصول وضوابط کی تعیین اور فہم وبصیرت کے سفر میں مسلسل ان کی پابندی سے ہی انسانی عقل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اور اسے راہ راست سے بھٹکنے اور بے لگام ہونے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ کتاب وسنت سے ثابت صحیح اُصول وقواعد کی روشنی میں علمی بحث وتحقیق، صحیح نتیجے پر پہنچنے کا محفوظ و مامون راستہ ہے۔

اصلاح۔ معنی ومفہوم

لغوی معانی

(ص ل ح) مادہ صَلَحَ يَصْلَحُ (مَنَعَ يَمْنَعُ) اور صَلُحَ يَصْلُحُ (كَرُمَ يَكْرُمُ) دونوں اوزان میں استعمال ہوتا

ہے۔(۹) اس کا مصدر صَلَاحًا اور صُلُوحًا ہے، یہ صَلَحَ یَصْلُحُ (نَصَرَ یَنْصُرُ) کے وزن پر بھی استعمال ہوتا ہے۔(۱۰) ''إِصْلَاح''''أَصْلَحَ یُصْلِحُ'' سے مصدر ہے، ''فساد' صلاح کی ضد ہے۔(۱۱) ابن منظور کے مطابق: ''أَصْلَحَ الشَّیَٔ بَعْدَ فَسَادِہٖ : إِقَامَہ'' بگاڑ کے بعد کسی چیز کو درست کرنا۔ اذا صلح الفاسد قلت: استقام المائل۔(۱۲) ''کسی فاسد چیز کا سیدھا ہو جانا اصلاح ہے۔''

اصطلاحی مفہوم

''اصلاح'' کے معنی کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے ''فساد' کے مفہوم کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

> ''اسلام میں ہر اس عمل کو جو لوگوں کے لیے دل آزاری اور تکلیف کا باعث ہو یا جس سے معاشرے کے امن وسکون میں خلل پڑتا ہو، فساد قرار دیا گیا ہے، اس لحاظ سے ''اصلاح'' کے معنی ایسے عمل کے ہیں، جس میں مذکورہ بالا خرابیاں موجود نہ ہوں۔ چونکہ اصلاح لفظ فساد (بگاڑ، خرابی) اور سیۂ (برائی، گناہ) کی ضد ہے، لہٰذا اس کے معنی ایسے معاملے کے ہیں جو ظاہری بگاڑ اور معنوی فساد (برائی) سے مبریٰ ہو۔'' (۱۳)

مذکورہ بالا مفاہیم کے مطابق اصلاح کی مندرجہ ذیل اصطلاحی تعریف کر سکتے ہیں: اصلاح سے مراد ایسے تمام فسادات، فتن اور فسق وفجور کی بیخ کنی کرنا ہے جو کہ اُمور دینی یا دنیاوی میں کسی بھی قسم کی خرابی یا تنازع کو جنم دیں۔ نیز معاشرہ سے ہر قسم کی دینی یا دنیاوی خرابیوں کو دور کرنا اصلاح کہلاتی ہے۔

تجدید-معنی ومفہوم

لغوی مفہوم

(ج د د) مادہ لغات میں متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

الجدّ . القَطْعُ . جَدَدْتُ الشیءَ . أجُدّہ . بالضّمّ جَدًّا قَطَعْتہ وَحَبْلٌ جدیدٌ . مقطوعٌ (۱۴)

باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے جَدَّ یَجُدُّ جَدًّا کا معنی کسی چیز کو قطع کرنا یا کاٹنا ہے۔ اسی سے حَبْلٌ جَدِیْدٌ یعنی ''کاٹی ہوئی رسی'' استعمال ہوتا ہے۔

جَدَّ الشیء یَجِدُّ بالکسر جِدَّۃً : صار جدیداً ، وھو نقیض الخلق ۱۵؎ ''باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے جَدَّ یَجِدُّ جِدَّۃً کا معنی ہے نیا، جدید یعنی قدیم یا بوسیدہ کا متضاد''

جَدَّدَ:'' اصل ذالک کلہ القطعیۃ. اصل میں کاٹنے یا قطع کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مثلاً جَدَّدَ الوُضوءَ والعَھْدَ کَاَنَّہ صَارَ جدیدًا یعنی تجدید وضو اور تجدید عہد کا مطلب ہے نئے سرے سے وضو یا عہد کرنا۔ وتجددّ الشیء صار جدیدًا کسی چیز کو نیا کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

الجِدُّ: الاجتھادُ فی الامور (۱۶) اُمور میں اجتہاد کرنا۔

مذکورہ بالا لغوی تعریفات سے یہ ثابت ہوا کہ ''الجِد'' مادہ میں اصل معنی کاٹنے یا قطع کرنے کے آتے ہیں۔ نیز تجدید سے

مراد نیا کرنا، اچھی طرح تحقیق کرنا، تازہ کرنا، پہلی حالت پر واپس لانا اور نئے سرے سے کام کرنا بھی ہے۔

اصطلاحی مفہوم

مذکورہ بالا معانی کو سامنے رکھتے ہوئے، تجدید کے درج ذیل اصطلاحی مفاہیم کیے جاسکتے ہیں:

تجدید یا جدّد کے معانی ہیں، نیا کرنا، کسی چیز کو اس میں در آنے والے بگاڑ سے صاف شفاف کر کے اسے پہلی صورت اور اصلی حالت میں لے آنا، اس کی تجدید ہے۔ تجدید کا مطلب یہ نہیں کہ کسی چیز کو دوبارہ بنایا جائے بلکہ کسی موجود شدہ چیز کو اس کی پہلی صحیح حالت میں بحال کرنا ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی نے اس مفہوم کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

> ''تجدید کا مفہوم مادی چیزوں پر بھی منطبق ہوتا ہے اور معنوی چیزوں پر بھی۔ کسی محل، مندر یا مسجد کی قدیم تاریخی عمارت کی تجدید کا مطلب یہ نہیں کہ اسے سرے سے ڈھا کر بالکل نئے ڈھنگ سے از سر نو تعمیر کیا جائے بلکہ اس تجدید وترمیم کا مطلب یہ ہے کہ قدیم عمارت کو اس کی پہلی صحیح حالت میں بحال کرنا اور یہی عمل حقیقی تجدید کہلاتا ہے۔'' (۱۷)

یعنی تجدید کا مطلب کسی چیز کو بالکل تبدیل یا مسخ کر کے اس کی جگہ کوئی نئی چیز لانا نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب کسی چیز کو اس کی اصل کی طرف لوٹانا ہے۔ لیکن اس میں بہرصورت یہ ضروری ہے کہ اسے اصل کی طرف اس طرح لوٹانا کہ اس کی اصل صفات، اس کے اصل جوہر اور بنیادی خوبیوں کی مکمل حفاظت ہو۔ اس کا اصل چہرہ مسخ نہ ہو اور اس کو آمیزشوں سے پاک کر کے اصلی حالت میں بحال کیا جاسکے۔ منہج اور اصلاح وتجدید کے معانی کی وضاحت کے بعد امام ابنِ تیمیہ کی فکر کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

فکرِ امام ابن تیمیہ کا اِجمالی تعارف

امام ابن تیمیہ کی فکر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاحی وتجدیدی مساعی کا اجمالی خاکہ پیش کیا جائے، اس لئے یہاں ان کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ امام ابنِ تیمیہ کی تجدیدی واصلاحی مساعی کو مندرجہ ذیل نکات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

i۔ اِصلاحِ عقائد

ii۔ غیر اسلامی رسوم ورواج اور بدعات کا رَد

iii۔ فلسفہ، منطق اور علمِ کلام کا رَد

iv۔ باطل ادیان وفرق کا رَد

v۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ

vi۔ علومِ اسلامیہ کی تجدید واِصلاح

i۔ اصلاحِ عقائد

عہدِ ابن تیمیہ میں عقائد میں بہت بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ ایمان وعقائد کے بارے میں عجیب وغریب بحثیں برپا تھیں خصوصاً صفاتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ پر بہت طبع آزمائی کی جارہی تھی۔ لوگ اِس مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار تھے۔ کچھ تجسیم کے قائل تھے اور کچھ صفات کی تاویل کرتے کرتے تعطیل کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ امام ابن تیمیہ نے دونوں نقطہ ہائے نظر کا رد کیا اور صفاتِ الٰہی کی اصل حیثیت کو واضح کیا کہ قرآن وحدیث میں مذکورہ صفات کو بلا تاویل حقیقی تسلیم کیا جائے گا البتہ اُن کی کیفیت اور ماہیت پر بحث

نہیں کی جائے گی کیوں کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہی ہے اور ان کی کیفیت اور ماہیت ویسی ہی ہے جیسی اس کی ذات کے لائق ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ صفات کے باب میں تاویل کا رد امام ابن تیمیہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

انہوں نے ایمان کی حقیقت پر بھی بحث کی اور ایمان کا صحیح تصور واضح کیا۔ انہوں نے عقائد کے بگاڑ کو بھی موضوع بحث بنایا اور عقیدہ توحید کے منافی عقائد کا پُر زور رد کر کے توحید کا اُجلا اور واضح تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا چنانچہ آپ نے توسل، استغاثہ اور نداء لغیر اللہ کے غیر شرعی ہونے پر دلائل دیے۔

اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں غیر اسلامی اور ملحدانہ وکفریہ عقائد کا ابطال کیا جس میں حلول، اتحاد اور وحدۃ الوجود جیسے عقائد ونظریات شامل ہیں۔ آپ نے عقائد اور علم الکلام کے مسائل پر تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) کتب تصنیف کیں، جن میں معروف کتب یہ ہیں: العقیدۃ الحمویۃ، رسالۃ فی القرآن ھل کان حرفاً وصوتاً، رسالۃ فی علم الظاھر والباطن، العقیدۃ الواسطیۃ، کتاب فی خلق الافعال، مسئلۃ فی العقل والرّوح۔(۱۸)

ii۔غیر اسلامی رسوم ورواج اور بدعات کا رَد

ان کے دور میں عقائد کے ساتھ ساتھ بعض مسلمانوں کے اعمال میں بھی بہت بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ بہت سے غیر اسلامی رواج اور بدعتیں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اصل میں عقائد کے بگاڑ کا لازمی نتیجہ اعمال کے بگاڑ کی شکل میں نکلتا ہے اس لئے آپ نے عقائد کے ساتھ ساتھ اعمال کی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی۔ لوگ حصولِ ثواب اور تحصیل حاجات کے لیے قبروں اور مزارات پر جاتے تھے اور وہاں بہت سے غیر شرعی اُمور کے مرتکب ہوتے تھے۔ آپ نے اس کی اصلاح کے لیے زوردار آواز بلند کی اور اس کا خلافِ شریعت ہونا واضح کیا۔ اس سلسلہ میں **الجواب الباھر في زوار المقابر** لکھی جو کہ دار عالم الفوائد، مکۃ المکرمۃ، سے **۱۴۲۹**ھ میں شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ مختلف قسم کی شعبدہ بازیاں کر کے ان کو کرامت باور کرواتے تھے جیسے سلسلہ رفاعیہ سے تعلق رکھنے والے آگ میں کود جاتے تھے۔ انہوں نے ان سے مناظرہ کیا اور ان کا دجل وفریب لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ انہوں نے ان کو چیلنج کیا کہ وہ غسل کر کے آگ میں کودیں کیوں کہ وہ اپنے جسموں پر کوئی ایسا تیل لگاتے تھے جس سے آگ ان پر اثر نہیں کرتی تھی اور وہ اس کو کرامت ظاہر کرتے تھے۔(۱۹)

دوسری قوموں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے دوسری تہذیبوں کے جو اثرات مسلمانوں میں سرایت کر گئے تھے انہوں نے ان کو دور کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کی مشابہت سے منع کیا۔ بعض مسلمانوں نے غیر مسلموں کے تہواروں کو منانا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے ان کے رد میں ''**اقتضاء الصراط المستقیم**'' میں مفصل لکھا۔

iii۔فلسفہ، منطق اور علم کلام کا رد

مسلمانوں میں یونانی فلسفہ ومنطق کے مطالعہ کا آغاز خلیفہ منصور کے دور میں شروع ہوا اور پھر تیزی سے مسلمانوں میں اس کا رواج ہوا۔ مسلمانوں میں بڑے بڑے ذہین لوگ فلسفہ ومنطق کے سحر میں گرفتار ہو گئے حتیٰ کہ فلسفہ ومنطق کو علم کی معراج اور عقل کی

انتہا سمجھا جانے لگا۔فلسفہ ومنطق کے بہت سے مسائل کی زد براہ راست اسلامی عقائد پر پڑتی تھی لہٰذا کچھ مسلمانوں نے فلسفیانہ انداز میں اسلامی عقائد کے اثبات کا بیڑا اٹھایا جس سے علم کلام وجود میں آیا۔عہدِ ابنِ تیمیہ میں فلسفیانہ بحثیں اور متکلمانہ جدلیات اپنے عروج پر تھیں۔فلسفہ کی تو بنیاد ہی وحی کی مخالفت پر ہے کیوں کہ یہ وحی کے مقابلہ میں عقل کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش ہے،اس لیے اس کے بہت سے مسائل اسلامی عقائد سے متصادم ہیں جن میں قدم عالم اور خدا کے علم جزئی جیسے نظریات شامل ہیں۔ اسی طرح علمِ کلام اگرچہ اسلام کے دفاع کے لیے بنایا گیا تھا لیکن چوں کہ اِس کا طریقہ کار بھی فلسفے جیسا تھا اس لیے اس کے بہت سے نقصانات مسلمانوں کے لیے تھے جس میں شک وتذبذب، ایمان وصفات کے بارے میں غیر ضروری بحثیں، جو بہت سے نزاعات کا باعث تھیں،قرآن وحدیث کے دلائل پر عدم اعتماد اور اس کو نا کافی سمجھنا اور عمل کی طرف عدم توجہی ایسی قباحتیں سرِ فہرست ہیں لیکن اِن حقائق کے باوجود مسلمان اِن علوم کو حرز جان بنائے ہوئے تھے اور اُن کو زندگی کا لازمی جز و سمجھتے تھے۔امام ابن تیمیہ نے اِن علوم کے طلسم کو توڑا اور اُنہی اُصولوں کے مطابق اِن علوم کا غیر تسلی بخش ہونا ثابت کیا۔انہوں نے اِن علوم کے اُصول ومبادی کا بدلائل رد کر کے مسلمانوں کو اِن علوم کی مرعوبیت سے آزاد کروایا۔اور اِن عُلوم کے غیر شرعی ہونے پر دلائل دیئے اور عقائد کے سلسلے میں منہجِ سلف کی برتری کو ثابت کیا۔یہ اُن کا ایک کارنامہ ہے جس کے لیے اُمت محمد یہ ان کی مرہونِ منت ہے۔انہوں نے اِن علوم کی تردید کے لیے ۲۰ سے زائد کتب لکھیں۔جن میں معروف کتب یہ ہیں: **كتاب فی الردعلی المنطق، نقض المنطق، الردعلی الفلاسفة، درء تعارض العقل والنقل، موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول.**

iv۔باطل اَدیان وفرق کی تردید

انہوں نے جس وقت اِصلاح وتجدید کا کام شروع کیا اُس وقت مسلمانوں میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو چکے تھے اور اِن فرقوں کے ظہور کی ایک بڑی وجہ فلسفہ اور علمِ کلام بھی ہے۔انہوں نے اپنے دور کے ہر گمراہ فرقے کے خلاف قلمی جہاد کیا۔انہوں نے مختلف مذاہب کی تردید کی اور اُس دور میں موجود مختلف فرقوں کے باطل نظریات کا رد کیا اور اِن کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب ''منهاج السنة النبوية'' ہے۔

مسئلہ تقدیر پر بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوئے تھے۔جہمیہ انسان کو مجبورِ محض سمجھتے تھے اور قدریہ تقدیر کا انکار کر کے انسان کو اپنے افعال کا خالق سمجھتے تھے۔انہوں نے اِن دونوں کی تردید کی۔اِسی طرح انہوں نے مختلف فرقوں میں پائی جانے والی خلافِ شرع باتوں کا بھی اِبطال کیا۔انہوں عیسائیت کے رد میں بھی ایک کتاب ''**الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح**'' لکھی تھی۔

۷۔معاشرتی برائیوں کا خاتمہ

معاشرتی برائیوں کے خلاف بھی امام ابنِ تیمیہ نے طویل جدوجہد کی۔انہوں نے ریاکاری،تکبر، بدخوئی، بدگمانی اور خود پسندی کی مذمت کی اور لوگوں کو اخلاق فاضلہ کی تلقین کی۔انہوں نے اخلاقیات کے موضوع پر بیسیوں کتب تصنیف کیں۔اُن کے زمانے میں کچھ کوہستانی قبائل نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔وہ مسلمانوں کے مال اور عزتوں کو لوٹتے تھے اور اپنے آپ کو

مسلمان بھی کہتے تھے۔جنہوں نے بہت سی حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال کرلیا تھا۔آپ نے اُن کے خلاف تادیبی کاروائی کی اوراُن سے جنگ کی ۔اس طرح آپ نے اُن کو راہِ راست پر لاکر معاشرے سے فساد کو ختم کیا۔(۲۰)

اسی طرح انہوں نے شراب کے مٹکے وغیرہ بھی توڑے(۲۱) آپ کے دور میں عوام پر بھاری ٹیکس لگائے جاتے،لوگ رشوت دے کر سرکاری عہدے حاصل کر لیتے اور کچھ لوگ اپنے مقتولین کا قصاص خود لیتے اور معاملہ عدالت میں لے جانے کی بجائے خود ہی نمٹادیتے۔آپ نے سلطان سے کہہ کر اِن تینوں اُمور کے خلاف قانون سازی کروائی۔(۲۲)

vi۔علومِ اسلامیہ کی تجدید واصلاح

امام ابن تیمیہ نے دیگر اسلامی علوم کی طرف بھی توجہ کی۔انہوں نے حدیث،اصولِ حدیث،تفسیر،اُصول تفسیر،فقہ اور اُصولِ فقہ کے موضوع پر موجود مواد کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور پھر ان موضوعات پر اپنی تحقیقات پیش کیں۔انہوں نے ان علوم کے ماہرین کی آراء کا تنقیدی جائزہ لیا اور اپنا ایک جداگانہ طریق اختیار کیا۔انہوں نے متقدمین کے کام کو آگے بڑھایا اور تقلید کی بجائے مجتہدانہ طریق اختیار کیا۔انہوں نے روایت ودرایت حدیث کے اصولوں،مختلف اسالیب تفسیر اور اِستنباطِ مسائل کے طرق کا تنقیدی جائزہ لیا اور اِس سلسلے میں پائی جانے والی خامیوں کا تذکرہ کیا۔اِسی طرح انہوں نے مختلف فقہی مکاتب کی خوبیوں اور خامیوں کا تذکرہ کیا۔انہوں نے قیاس کے استعمال میں پائی جانے والی اَفراط وتفریط،تقلید اور اِتباعِ سنت کے بارے میں مبالغہ آمیز رویوں اور مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان پائے جانے والے تعصب کو ختم کر کے ایک معتدل اور جداگانہ طرزِ فکر وعمل لوگوں کے سامنے پیش کیا۔انہوں نے تفسیر میں اسرائیلی روایات،تاویل نصوص کی حدود،خبر واحد کی حجیت،ظواہر قرآن اور حدیث کا تعارض،قیاس، استحسان اور مصالح مرسلہ کی حجیت جیسے اختلافی مسائل پر مدلل گفتگو کی اور بادلائل راجح مسلک کی وضاحت کی۔الغرض آپ نے علومِ اسلامیہ کی تنقیح،تجدید،اصلاح اور نشر واشاعت کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔انہوں نے تفسیر کے موضوع پر ۸۰،حدیث پر ۴۰،فقہ کے موضوع پر ۱۲۰اور اصول فقہ پر ۲۰ کتب ورسائل تصنیف کیے۔(۲۳)

خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے زندگی کے مختلف شعبے میں اصلاح کی اور فکرِ اسلامی کا اِحیاء کیا۔انہوں نے عقائد کی اِصلاح کی فلسفہ ومنطق اور علمِ کلام پر تنقید کی، باطل ادیان کا رد کیا۔معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کیا اور اسلام کو خالص شکل میں پیش کر کے علومِ اسلامیہ کی تجدید واصلاح کی۔یقیناً یہ بہت عظیم کارنامے ہیں اور ان میں ہر ایک کارنامہ اپنے اندر کئی مزید کارناموں کو سموئے ہوئے ہے۔اُن کے اِنہی کارناموں سے اُن کے منہجِ اصلاح وتجدید کے اُصولیات تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

امام ابنِ تیمیہ کا منہجِ اصلاح وتجدید:

امام ابنِ تیمیہ بلاشبہ تاریخِ اسلامی کے مفکر اور مصلح تھے۔اُنہوں نے عقائد،عبادات،معاملات،اخلاقیات،سیاسیات، اور مختلف اسلامی علوم میں اصلاحی وتجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔انہوں کی ساری زندگی ان اصلاحی وتجدیدی مساعی میں گزری اور اس راستے میں ان کو بہت سی ابتلاء کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن وہ ہر مشکل میں چٹان کی طرح ثابت قدم رہے ان کی یہ کاوشیں اور اصلاح وتجدید کے سلسلے میں ان کے کارہائے نمایاں کوئی غیر مرتبط اور اتفاقی کوششیں نہیں تھیں بلکہ یہ ساری جدوجہد چند بنیادی

اُصولوں کی بناء پرتھی دین کے متعلق آپ کا ایک معتدل، متوازن اور معقول نقطہ نظر تھا جس کے مطابق انہوں نے اپنی زندگی کو ڈھالا اوراس کے مطابق ہی اپنی اصلاحی کوششوں کو سرانجام دیا، اُن کی زندگی کے اِن بنیادی اُصولوں کو اُن کا منہج اصلاح وتجدید کہا جاسکتا ہے کیوں کہ اُن کی جدوجہد کی بنیاد اوراس کا محور یہی اُصول تھے۔ آپ کے منہج اصلاح وتجدید کے بنیادی اُصول مندرجہ ذیل ہیں:

☆۔ ہدایت اور علم یقینی کا واحد حتمی ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔

☆۔قرآن وسنّت کی اِتباع ہی اَصل دِین ہے۔

☆۔ دین کے اَصل پر قائم رہنا ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

☆۔ خارجی وداخلی حملوں سے اسلام کا دفاع کرنا ضروری ہے۔

☆۔ دین اسلام کی جامع حیثیت کا پرچار کرنا چاہئے۔

☆۔ دین کے معاملے میں عدم مداہنت سے کام لینا چاہئے۔

☆۔ فائدہ مند طبعی علوم سے اِستفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

زیرِ نظر مقالہ میں امام ابنِ تیمیہ کے منہجِ اصلاح وتجدید کے آخرالذکر اُصول پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

فائدہ مند طبعی علوم سے اِستفادہ

اصلاح وتجدید کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر چیز کو تبدیل کر دیا جائے یا ہر چیز کا رد کیا جائے اور سابقہ علمی کاوشوں کو کلیتاً کالعدم قرار دے دیا جائے۔ امام ابن تیمیہ اس چیز سے بخوبی آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جہاں یونانی فلسفہ اور منطق کا بھرپور رد کیا ہے وہیں انہوں نے طبیعیات اور ریاضی جیسے یونانی علوم کی تحسین کی ہے یعنی انہوں نے مروجہ علوم میں سے صرف ان علوم کا رد کیا ہے جو خلاف شریعت نتائج پیدا کرتے ہیں باقی علوم سے انہوں نے تعرض نہیں کیا بلکہ ان کی تحسین کی ہے اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

طبیعیات اور ریاضیات کا اعتراف

امام ابن تیمیہ نے طبیعیات وریاضیات کے بہت سے مسائل کی صحت ومعقولیت کا اقرار اوراس بارہ میں علمائے یونان کی ذہانت کا اعتراف کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

> **نعم لهم في الطبيعيات كلام غالبه جيّد وهو كلام كثير واسع، ولهم عقول عرفوا بها ذلك وهم قد يقصدون الحق لا يظهر عليهم العناد.** (۲۴)
>
> ''ان فلاسفہ کی طبیعیات میں جو گفتگو اور بحث ہے، اس کا اکثر حصہ بہتر ہے اور اُن کا یہ کلام خاصا وسیع اور مفصل ہے ان باتوں کو سمجھنے اور معلوم کرنے کے لیے وہ اچھا دماغ رکھتے تھے، بہت سے مباحث میں وہ حق کے جویا اور طالب نظر آتے ہیں اور ضد اور زبردستی سے کام نہیں لیتے۔''

اسی طرح وہ علم حساب کے بارہ میں لکھتے ہیں:

فھٰذه الأمور وامثالها مما يتكلم فيه الحساب امر معقول ممّا يشترك فيه ذووا العقول وما من احدٍ من الناس الا يعرف منه شيئاً فانه ضرورى فى العلم ضرورى فى العمل ولهذا يمثلون به فى قولهم الواحد نصف الاثنين ولا ريب ان قضاياه كلية واجبة القبول لاتنتقض البتة. (۲۵)

''ریاضی کے یہ مسائل جن سے اہل حساب بحث کرتے ہیں، ایسے معقول مسائل ہیں، جن پر تمام اہل عقول کا اتفاق ہے اور ہر شخص اس سے کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتا ہے، اس لیے کہ وہ علم اور عمل دونوں کے لیے ضروری ہے۔ اس سے کس کو اختلاف ہوسکتا ہے کہ الواحد نصف الاثنین (عدد ایک، دو کا نصف ہے)، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے سب قضایا کلی ہیں، واجب القبول ہیں اور ان پر کوئی نقض وارد نہیں ہوسکتا۔''

منطق کی حیثیت کی وضاحت

امام ابن تیمیہ نے منطق کو بالکل غلط اور ناجائز قرار نہیں دیا بلکہ وہ اس کی اس حیثیت کا انکار کرتے ہیں جو اس دور میں مسلمانوں نے اس کو دے رکھی تھی۔ عہد ابن تیمیہ میں عام خیال یہ تھا کہ منطق کے بغیر انسان حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا اور یہی میزان عقل ہے۔ آپ نے اس بات کا رد کیا اور واضح فرمایا کہ علوم شرعیہ کی تفہیم کے لیے منطق ضروری نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

لا سيما وهؤلاء يقولون : إن المنطق " ميزان العلوم العقلية ، ومراعاتُه " تعصم الذهن عن أن يغلط فى فكره" ، كما أن " العروض " ميزان الشعر ، و" النحو" و " التصريف" ميزان الألفاظ العربية – المركبة والمفردة ، وآلات المواقيت موازين لها. ولكن ليس الأمر كذلك ، فإن العلوم العقيلة تعلم بما فطر الله عليه بنى آدم من أسباب الإدراك ، لا تقف على ميزان وضعىٍّ لشخص معين ، ولا يقلّد فى "العقليات" أحدٌ ، بخلاف العربيّة ، فإنها عادةٌ لقوم لا تُعرف إلا بالسماع ، وقوانينُها لا تُعرف إلا بالاستقراء ، بخلاف ما به يعرف مقادير المكيلات ، والمذونات ، والمذروعات ، والمعدودات ، فإنها تفتقر إلى ذلك غالباً . لكنّ تعيين ما به يكال ويوزن بقدر مخصوص أمر عادىّ ، كعادة النّاس فى اللغات. كانت الأمم قبلهم تعرف حقائق الأشياء بدون هذا الوضع ، وعامة الأمم بعدهم تعرف حقائق الأشياء بدون وضعهم ... وجماهير العقلاء من جميع الأمم يعرفون الحقائق من غير تعلم منهم بوضع أرسطو ، وهم إذا تدبروا أنفسهم وجدوا أنفسهم تعلم حقائق الأشياء بدون هذه الصناعة الوضعيّة. (۲۶)

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ منطق علوم عقلیہ کی میزان ہے اور اس کی رعایت و پابندی، ذہن کو فکری غلطی سے بچا لیتی ہے جیسے فن عروض شعر کے لیے اور صرف ونحو عربی کے مرکب ومفرد الفاظ کے لیے اور جس طرح

آلات ہیئت اوقات کے لیے میزان کا درجہ رکھتے ہیں۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس لیے کہ عقلی علوم ان اسباب ادراک کے ذریعہ حاصل کیے جاسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی فطرت میں ودیعت کیے ہیں۔ان کا کسی شخص معین کے وضع کیے ہوئے میزان پر انحصار نہیں اور جس طرح عربیت میں تقلید کے بغیر چارہ نہیں،اس لیے کہ وہ ایک قوم کی عادت ہے جو صرف سماع سے معلوم کی جاسکتی ہے اور اس کے قوانین کا ذریعہ علم صرف استقراء ہے اس طرح عقلیات میں تقلید نہیں چلتی۔اس طرح سے کیل، وزن، عدد وشمار اور زراعت وغیرہ میں پیمانوں وغیرہ کی ضرورت ہے۔منطق یونانی کی وضع وایجاد سے پہلے بھی دنیا کی قومیں حقائق اشیاء کو جانتی تھیں اور اس کی وضع وایجاد کے بعد بھی اکثر قومیں ہیں جو منطق کی مدد کے بغیر حقائق اشیاء کو جانتی سمجھتی ہیں اور تمام دنیا کی قوموں کے اکثر عقلاء ارسطو کے ان اُصول وقواعد کے سیکھے بغیر حقائق کو سمجھتے ہیں۔اور یہ لوگ بھی اگر اپنی حالت پر غور کریں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ ان کے نفوس کو اس وضعی فن کے بغیر حقائق کا علم حاصل ہوتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک منطق،علوم عقلیہ کی میزان نہیں۔اس لحاظ سے تاریخ اسلامی میں امام ابن تیمیہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو مستقل موضوع بنایا اور اس پر آزادانہ ومجتہدانہ گفتگو کی اور تنقید کی۔اس موضوع پر ان کی دو کتب ہیں: ایک مختصر کتاب ''**نقض المنطق** '' ہے اور دوسری مفصل کتاب ''**الرد علی المنطقیین** '' ہے۔ان کتب میں اُنہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ علمائے اسلام نے اس فن کو جتنی اہمیت دی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

منطق کے فوائد کا اقرار

امام ابن تیمیہ منطق کے فوائد کا اقرار بھی کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے وضاحت کی ہے:

وأيضاً فان النظر فی العلوم الدّقيقة يفتق الذهن ويدربه ويقوّيه علی العلم فيصير مثل كثرة الرّمی بالنشاب وركوب الخيل تعين علی قوة الرّمی والركوب وان لم يكن ذلك وقت قتال ، وهذا مقصد حسن. (٢٧)

''یہ بات بھی ہے کہ علوم دقیقہ میں غور ومطالعہ سے ذہن کھلتا ہے اور اس کی مشق ہوتی ہے اور علم کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ بالکل جس طرح سے تیراندازی اور شہسواری کی مشق سے نشانہ ٹھیک ہوتا ہے اور گھوڑے کی سواری آسان ہوجاتی ہے اور لوگ جنگ سے پہلے بھی ان چیزوں کی مشق کرتے ہیں یہ ایک اچھا مقصد ہے۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابنِ تیمیہ نے اصلاح وتجدید کے کام میں ''خذ ما صفا ودع ما كدر '' کی روش کو اپنایا ہے۔اُنہوں نے ہر چیز کو تختۂ مشق نہیں بنایا اور نہ ہی ہر فن کا انکار کیا ہے بلکہ علوم وفنون میں سے جو چیزیں غلط اور خلاف شریعت تھیں ان کا ابطال کیا ہے اور مختلف علوم میں جو چیزیں فائدہ مند تھیں ان کی تحسین کی ہے۔

اسی طرح ان کا موقف تھا کہ منطق کے بارہ میں غلو سے کام نہیں لینا چاہیے اور اس کو تسلیم کرنے کے لیے حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے نزدیک اگر منطق کو ایک میزان وترازو کا بھی درجہ دیا جائے تو اس ترازو کا دائرۂ عمل بہرحال محدود رہے گا۔ اس ترازو پر حقائق دینیہ کو تولنا ایسا ہی ہے جیسا کہ لکڑی، سیسہ اور پتھر تولنے والے ترازو سے سونے، چاندی اور جواہرات کو تولا جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

ومن المعلوم أن موازين الأموال لا يقصد أن يوزن بها الحطب والرصاص دون الذهب والفضة. وأمر النبوّات وما جاء ت به الرسل اعظم فى العلوم من الذهب في الأموال. فاذا لم يكن فى منطقكم ميزان له فهو ميزان جاهل ظالم إذ هو إما يرد الحق و يدفعه فيكون ظالما أو لا يزنه ولا يبين امره فيكون جاهلاً أو يجتمع فيه الأمران فيرد الحق و يدفعه وهو الحق الذي ليس للنفوس عنه عوض ولا لها عنه مندوحة وليست سعادتها۔(۲۸)

''اتنی بات مسلم ہے کہ لکڑی اور سیسہ اور پتھر تولنے کے لیے جو ترازو بنائے گئے ہیں، ان پر سونے چاندی کو نہیں تولا جا سکتا۔ نبوت کا معاملہ اور انبیاء جن حقائق کو لے کر آئے ہیں، وہ علوم اس سے کہیں زیادہ رفیع اور نازک ہیں، جتنا کہ سونا مالیات میں ہے، تمہاری منطق اس کے لیے کوئی میزان نہیں بن سکتی، اس لیے کہ اس میزان میں جہل وظلم دونوں جمع ہیں یا تو وہ ان کے وزن ودرجہ سے واقف نہیں، اور ان کو وزن کرنے اور ان کی حیثیت بیان کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں یا وہ حق کا انکار کرتی ہے اور اس کو قبول نہیں کرتی ہے، جس کا طبائع انسانی کے پاس کوئی بدل نہیں اور نہ ان علوم سے کسی کو استغنا ہے اور اسی پر بنی نوع کی سعادت منحصر ہے۔''

انہوں نے ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کا بڑی شدت سے رد کیا لیکن ان کے فلسفہ کی اچھی باتوں کی بھی نشان دہی فرمائی۔ وہ لکھتے ہیں:

وهى مع كونها كفراً فهو اقربهم إلى الإسلام لما يوجد فى كلامه من الكلام الجيد كثيراً ولأنه لا يثبت على الاتحاد ثبات غيره بل هو كثير الاضطراب فيه و انما هو قائم مع خياله الواسع الذى يتخيل فيه الحق تارة والباطل أخرى ، والله أعلم بما مات عليه.(۲۹)

''ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود تو کفر ہے لیکن وہ خود دوسرے متصوفین سے اسلام سے زیادہ قریب ہیں اس لیے کہ ان کے کلام میں اچھی باتیں بھی ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ دوسرے اتحادیین کی طرح اس پر مضبوطی سے قائم نہیں بلکہ وہ خیالات کے وسیع جنگل میں سرگرداں اور حیران ہیں۔ جن میں حق بھی ہے اور باطل بھی، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اُن کا خاتمہ کس حالت پر ہوا۔''

عصری تقاضا

امام ابن تیمیہ نے بہت سے تجدیدی کارنامے سرانجام دیے لیکن اِن کے نزدیک تجدید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام سابقہ علوم وفنون کا یکسر اِنکار کر دیا جائے بلکہ وہ مروجہ علوم سے اِستفادہ کے قائل تھے اور تمام علوم کے اچھے اور برے پہلوؤں کے ساتھ مختلف رویے اختیار کرتے تھے۔ اُن کا یہ طرزِ فکر اور ان کے منہج اصلاح وتجدید کا یہ اصول منطق اور فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ امام ابن تیمیہ کے فلسفہ اور منطق کے بارہ میں مذکورہ بالا تحریروں کا جائزہ لیا جائے، تو اُن کے موقف کا خلاصہ یہ ہے:

O اُنہوں نے یونانی فلسفہ ومنطق کا بھرپور رد کیا لیکن ریاضی اور طبیعات جیسے علوم کی تحسین کی ہے۔

O اُنہوں نے الٰہیات میں فلاسفہ کے موقف کا خوب رد کیا ہے لیکن طبیعات میں فلاسفہ کی کاوشوں کے فائدہ مند ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

O ان کا موقف یہ تھا کہ فلسفہ اور منطق کو ہدایت کے لیے میزان نہ بنایا جائے کیونکہ میزان تو صرف اور صرف وحی الٰہی ہے۔ البتہ انہوں نے منطق کے فوائد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور اس کے اچھے پہلوؤں کی تحسین کی ہے۔

فلسفہ ومنطق اور دیگر مروجہ علوم کے بارے میں امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا جو موقف تھا اگر اس کی تطبیق حالات حاضرہ میں کی جائے تو ہمارے لیے طرزِ فکر وعمل کے درج ذیل اُصول واضح ہوتے ہیں:

i۔ اتباع قرآن وسنت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ تمام عصری علوم کی مخالفت شروع کر دی جائے اور مسلمان اپنے لیے تمام علوم وفنون کے دروازے بند کر دیں۔ فائدہ مند طبعی علوم کو حاصل کرنے اور ان کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنے کے سلسلے میں ہرگز تساہل اور سستی سے کام نہیں لیا جانا چاہیے۔ بلکہ ثمر آور علوم کے حصول اور ٹیکنالوجی کے حصول کی دوڑ میں ہمیں باقی اقوام سے آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے ہاں دینی اور دنیاوی علوم کی جو تقسیم پائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ حلقوں کی طرف سے ہر قسم کی دنیاوی علوم کے حصول کی مخالفت کا رویہ قطعاً فائدہ مند نہیں اور نہ ہی یہ شریعت کا تقاضا ہے۔

کچھ مذہبی حلقوں کا یہ رویہ ہے کہ دنیاوی علوم وفنون ہمیں دین سے غافل کر دیں گے اور ٹیکنالوجی کا حصول ہم سے ہماری اقدار چھین لے گا، لہٰذا اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سائنسی اور فنی علوم کے حصول کے بغیر اسلام کے غلبے اور اس کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر ہونا ممکن نہیں۔ اس لیے ہمیں جمود کا شکار نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان علوم وفنون میں بھی دنیا کی قیادت کا فریضہ انجام دینا چاہیے، جس طرح کہ آغاز میں مسلمانوں نے سائنسی علوم کی بقاء اور ان کے فروغ کے لیے سنہری کارنامے سرانجام دیے تھے۔ دراصل اتباع قرآن وسنت اور سلف کے منہج کو اپنانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر قسم کے علوم وفنون سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ اور ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلمان غیر اقوام کے دست نگر بنے رہیں۔

ii۔ امام ابن تیمیہ نے فلاسفہ اور منطقیین کے بھرپور رد کے باوجود طبیعات اور دیگر علوم میں ان کی کاوشوں کی تحسین کی ہے۔ ان کے اس رویے میں یہ سبق ہے کہ کسی بھی چیز کے اخذ وقبول کے سلسلے میں معتدل رویہ اختیار کرنا چاہیے اور دوسری بات یہ کہ علوم کے حصول میں شخصیات اور گروہوں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ چیز کون سی حاصل کرنی ہے؟ ضروری نہیں کہ کسی شخص یا کسی

خاص قوم کے تمام علوم ہی قابلِ تردید ہوں بلکہ عین ممکن ہے کہ کسی قوم کا کوئی علم ہماری تہذیب وثقافت اور اخلاقیات کے لیے نقصان دہ ہو اور اسی قوم سے حاصل کردہ دوسرا علم ہمارے لیے ترقی کی نئی راہیں کھول دے۔ اصل میں امام ابن تیمیہ کا اُصول یہ تھا کہ تمام علوم وفنون کو شریعت کی میزان پر تولا جائے۔ ان میں سے جو چیزیں خلافِ شریعت ہوں اُن کو رَد کر دینا چاہیے اور باقی علوم کو حسبِ ضرورت اختیار کر لینا چاہیے۔ اسی طرح ہمیں بھی مغرب سے آنے والے تمام علوم کو رَد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اُن کے جو نظریات اور علوم، خلافِ شریعت ہوں اُن کو چھوڑ کر باقی علوم سے اِستفادہ کرنا چاہیے اور یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ یہ علم کس قوم سے آیا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا دین کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم اس سے اِستفادہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا ہمیں غیر اقوام کے علوم وفنون سے اِستفادہ میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح اس اُصول کی روشنی میں ہمیں مغرب کو ہر لحاظ سے مطعون نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اُن کے اچھے کاموں کی تائید وتحسین کرنی چاہیے۔

iii۔ امام ابن تیمیہ کا منہج یہ ہے کہ فلسفہ ومنطق کو میزان نہ قرار دیا جائے کیوں کہ اصل میزان تو وحی الٰہی ہے۔ البتہ ان علوم کے دیگر فوائد کی تحسین کرنی چاہیے۔ جو مقام اُس دور میں فلسفہ ومنطق کو حاصل تھا وہ آج سائنسی علوم اور سائنسی تجربات کو حاصل ہے اور بہت سی سائنسی تحقیقات شرعی نصوص کی مخالفت کرتی ہیں۔ اگرچہ بعد میں ان تحقیقات کا غلط ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض ظاہر پرست اور سائنس سے مرعوب لوگ ان ادھوری اور مفروضوں پر مبنی تحقیقات کی وجہ سے دین کے مسلّمات کا انکار کر دیتے ہیں۔ یا اُن کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ منہجِ ابنِ تیمیہ پر چلتے ہوئے سائنسی نظریات اور سائنسی تحقیقات کی اس حیثیت کا بھرپور اور بدلائل رد کیا جائے۔ کیوں کہ یہ تحقیقات تو بدلتی رہتی ہیں اور بعد ازاں ان کا نقص بھی واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن وحی سے ثابت شدہ اُمور ازلی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ تحقیقات وحی کے لیے میزان نہیں قرار پا سکتی۔ البتہ سائنسی علوم وفنون کو مکمل طور پر رَد کر دینا غیر مناسب ہوگا۔ کیوں کہ یہ علوم وفنون انسانی ترقی اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے نہایت فائدہ مند اور ضروری ہیں۔ لہٰذا اِن کے فوائد کو مدنظر رکھ کر ان سے اِستفادہ کا رجحان پیدا کرنا چاہیے۔ اس طرح منہجِ ابن تیمیہ کا یہ اُصول عصرِ حاضر میں سائنسی تحقیقات اور معاصر علوم وفنون کے بارہ میں ہمارے رویے کا رُخ متعین کرنے میں ہمارا معاون اور مددگار ثابت ہوگا۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا اُصول امام ابن تیمیہ کا وہ منہج ہے جس پر چل کر اُنہوں نے اصلاح وتجدید کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ یہی وہ اُصول ہے جس پر امام ابن تیمیہ کے اصلاحی وتجدیدی کاموں کی فلک بوس عمارت قائم ہوئی۔ آپ کا منہج دراصل ایک ضابطۂ حیات ہے جو شریعت سے ہی ماخوذ ہے اور اسی کے اردگرد گھومتا ہے جس کے مطابق شریعت کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت سے کام نہیں لینا چاہیے اور وہ علوم وفنون جو خلافِ شریعت نہ ہوں ان کے استفادہ سے محروم نہیں رہنا چاہتے ہیں اگر امام ابن تیمیہ کے منہج کا بغور جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس منہج میں اعتدال کا اُصول کارفرما ہے۔ آپ نے ہر معاملے میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کا راستہ اختیار کیا اور یہ بذاتِ خود ان کا بہت بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔ اسی طرح مختلف علوم وفنون سے استفادہ کے بارے میں بھی

اُنہوں نے اعتدال کا مظاہرہ کیا۔اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ امام ابن تیمیہ کا منہج اعتدال کا منہج ہے اور اعتدال آپ کے منہج کی اہم ترین خوبی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ کا منہج بے تعصبی پر مبنی تھا۔آپ نے کبھی بھی بے جا تعصب کا مظاہرہ نہیں کیا۔آپ نے ہمیشہ انصاف وعدل کا دامن تھاما ہے۔آپ نے منطق کی وجوبی حیثیت کا انکار کیا اور اس کی غلطیوں کی وضاحت کی لیکن اس کے فوائد کا اعتراف بھی کیا۔آپ نے علم الٰہیات میں فلاسفہ کی بے بضاعتی اور گمراہی کو ثابت کیا لیکن علم طبعیات اور ریاضی میں ان کی کاوشوں کو سراہا بھی ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابنِ تیمیہ کا منہج اصلاح وتجدید انصاف کا منہج تھا جس کی بنیاد عدم تعصب پر تھی۔آپ مخالفت برائے مخالفت کے قائل نہیں تھے بلکہ اپنے مخالفین کی اچھی باتوں کی تعریف وتحسین کیا کرتے تھے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ جمهرة اللغة، محمدبن الحسن البصرى الازدى ابن دريد،(بيروت،دارالكتب العلميه ،س ـن) ج۔ ۱،ص۔۲٤۹

۲۔ الصحاح تاج اللغة وصحاح العربيه،إسماعيل بن الحمادالجوهرى،(بيروت،دارالعلم للملايين، ۱۳۷٦ھ/ ۱۹۵٦ء) ج۔۱،ص۔۳٤٦

۳۔لسان العرب،محمد بن مكرم بن على بن احمد ابن منظور افريقى(بيروت،دارصادر، ۱۹۹۷ء) ج۔۲،ص۔۳۸۳

۴۔ القاموس المحيط، مجد الدين الفيروزآبادى(بيروت،دارالعلم ، ۱٤۲۰ھ/۱۹۹۹ء)، ج۔۱،ص۔۲٦٦

۵۔المائدة ٤۸:۵ ۶۔ الصحاح في اللغة والعلم،نديم العشرى واسامة مرعشلى(بيروت، دار الحضارة ،س۔ن)ص ۔۱۲۰۹

۷۔مناهج البحث العلمى، عبدالرحمن بدوى،وكالة المطبوعات الكويت،ص۵

۸۔ الجامع لاحكام القرآن ، محمد بن احمد بن ابى بكر القرطبى(رياض، ، دارعالم الكتب ، ۱٤۲۳ھ)ج۔ ٦،ص ۲۱۱

۹۔ القاموس المحيط ، الباب ،فصل الصاد ، ج ۱،ص۲۹۳ ۱۰۔ الصحاح تاج اللغة وصحاح العربيه،ج ۱،ص۳۸۳

۱۱۔ لسان العرب ،ج ۲/ص ۵۱٦-۵۱۷ ،الصحاح ،ج ۱/ص۳۸۲

۱۲۔ایضاً ۱۳۔اُردو دائرہ معارف اسلامیہ،(لاہور،دانش گاہ پنجاب،س۔ن)،ج۔؟،ص۶۷۳۔۶۷۴

۱۴۔تاج العروس من جواهرالقاموس، محمد مرتضىٰ الزبيدى(بيروت،منشورات، دارالمكتبة الحياة،۱۳۰٦ھ)ج۳،ص۳۱۳

۱۵۔الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية،ج ۲،ص٤۵٤ ۱۶۔لسان العرب،ج ۳،ص۱۰۷

۱۷۔تحریک اسلامی،طریق وترجیحات،علامہ یوسف القرضاوی،مترجم:عبدالغفار عزیز(کراچی،ادارہ معارف اسلامی،۱۹۹۵ء)ص۸۸۔۸۹

۱۸۔امام ابن تیمیہ،ڈاکٹر غلام جیلانی برق(لاہور،ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی،۲۰۰۷)ص۱۵۶۔۱۵۷

۱۹۔ایضاً،ص۶۱ ۲۰۔تاریخ دعوت وعزیمت،سید ابوالحسن علی ندوی،(کراچی،مجلس نشریات اسلام،س۔ن)ج۲،ص۵۴۔۵۵،۶۴۔۶۵

۲۱۔ایضاً،۲/۵۴ ۲۲۔حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہ،شیخ ابوزہرہ مصری،اُردو ترجمہ:رئیس احمد جعفری ندوی،(لاہور،المکتبۃ السّلفی،مئی۱۹۷۱ء)ص۱۳۵

۲۳۔امام ابن تیمیہ،محمد یوسف کوکن عمری(لاہور،مکتبہ رحمانیہ،۱۹۸۲ء)،ص۸

۲۴۔الرد على المنطقيين،احمد بن عبدالحليم ابن تيمية،(بمبئى، المطبعة القيمه ،۱۳٦۸ھ/۱۹٤۹م) ص ۱٤۳

۲۵۔ایضاً،ص۱۳۴ ۲۶۔ایضاً،ص۲۶۔۲۸ ۲۷۔ایضاً،ص۲۵۵

۲۸۔نقض المنطق، احمد بن عبدالحليم ابن تيمية(بيروت، دارالكتب العلمية، ۱٤۰۷ھ)ص ٦

۲۹۔ رسالة حقيقة مذهب الاتحاديين بين القائلين بوحدة الوجود،احمد بن عبدالحليم ابن تيمية،(بيروت،مكتبة دار ابن تيميه، ۱٤۰٦ھ) ص ٤